''حسن کی صورتحال'' خالی......جگہیں......پُر......کرو'' تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر نسیمہ رحمٰن، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

خدیجہ شاہد، پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Mirza Ather Baig is one of the most prominant urdu novelist of 21st century. He wrote three novels in last ten years: Ghulam Bagh, Sifar say aik tak and Hasan ki Soorathal. In this article his latest novel "Hasan Ki Soorathal" has been discussed.

ناول ''حسن کی صورتحال'' اسم بامسمیٰ ہے۔ جدت رنگ نو، طلوع صبح بہاراں، ندرت فکر، افکار تازہ کی نوید، جذبوں کی سچائی، معاشرتی رویوں کا بیان، ظاہر و باطن کا تضاد، اور ہمارے اردگرد بکھرے ہوئے مسائل سے آگہی ناول کے موضوعات ہیں۔ یہی حقیقت بیانی، یہی زندگی کی کہانی اور یہی تو ناول ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے داستان کی ماورائی کیفیت سے تحریر کو نکالا اور ناول ''مراۃ العروس'' لکھ کر فن ناول نگاری کا ڈھول ڈالا اور بچیوں کی اصلاح کی۔ اس کے بعد ناول نے مختلف راستے تبدیل کیے۔ معاشرتی اصلاحی، رومانی اور تاریخی شاہراہوں پر دوڑنے لگا۔ ڈپٹی نذیر احمد کی رکھی ہوئی خشت اول پر جو عمارت تعمیر ہوئی تھی۔ وہ آج مرزا اطہر بیگ کی ناول نگاری کی صورت میں جدید ترین شکل اختیار کر چکی ہے۔ مرزا اطہر بیگ کا ''غلام باغ'' ۲۰۰۶ء میں ایک منفرد ناول کے طور پر منظر عام پر آیا۔ آزادی اور غلامی کی کشمکش، نامعلوم کی کھوج، تجسس اور خود کو منوانے کی چاہ اس ناول کے موضوعات ہیں۔ اس ناول کے کردار گوشت پوست کے بنے ہوئے چلتے پھرتے اور جیتے جاگتے ہیں۔ جب قاری ''غلام باغ'' کی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو اس کے سحر میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کا ناول ''صفر سے ایک تک'' ۲۰۰۹ میں منظر عام پر آیا۔ اس ناول میں مرزا اطہر بیگ نے جاگیرداری معاشرتی ظلم و استبداد کو موضوع بنایا ہے۔ ایسا نظام جو صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ اُس کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ ناول سماج میں ظالم کے ظلم اور مظلوم کی کہانی ہے۔ ''صفر سے ایک تک'' ناول کا مرکزی کردار جدید ٹیکنالوجی کمپیوٹر کے ذریعے غلبہ حاصل کرنے کا خواہش مند ہے۔ ذکاءاللہ عرف ذکی ان لوگوں پر غلبہ چاہتا ہے۔ جو صدیوں سے نسل در نسل ان لوگوں کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہیں۔ اس طرح ''غلام باغ'' کا ہر کردار دوسرے کردار پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ یار و عطائی کی شکل میں ہو جو اپنی ارزل نسل کا بدلہ بڑے بڑے روساء کی نامردی کا علاج کر کے لیتا دکھائی دیتا ہے۔ ''غلام باغ'' کا مرکزی کردار کبیر اپنے قلم کے ذریعے بڑے بڑے لوگ جو معاشرے میں شہرت حاصل کیے ہوئے ہیں ان کو بے نقاب کر کے دنیا میں سامنے

آنا چاہتا ہے۔''حسن کی صورت حال'' میں بھی مرزا اطہر بیگ کی دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کی روایت برقرار رہتی ہے۔''غلام باغ میں یہ روایت کرداروں کا دوسرے کرداروں پر غالب آنے کی خواہش کے ساتھ سامنے آتی ہے۔'' صفر سے ایک تک'' میں ایک کمزور نسل طاقتور نسل کو پس پشت کر کے اپنا بدلہ چاہتی ہے۔لیکن ''حسن کی صورت حال'' خالی۔۔۔جگہیں۔۔۔پر۔۔۔کرو میں غالب آنے کی خواہش بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور اس کے کردار دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔ناول ''حسن کی صورت حال'' میں پروفیسر صفدر سلطان اپنے قلم کے ذریعے دنیا میں اپنا لوہا منوانا چاہتا ہے۔تاکہ ادبی دنیا اور ادبی حلقوں میں اُس کی چرچا ہو۔لیکن جب پروفیسر صفدر سلطان کا لکھا ہوا مسودہ ردی میں بک جاتا ہے تو پروفیسر صفدر سلطان کباڑیا کی دکان پر پڑی ہوئی ردی کی چیزوں کو استعمال کر کے جدید ٹیکنالوجی کی نت نئی چیزیں ایجاد کرتا ہے۔بہت سی چیزوں کی ایجادات میں پروفیسر نے ایک ایسا پودا ایجاد کیا ہے جو آدم خور ہے۔انسانی خون سے اس پودے کی پیاس بجھتی ہے۔یہ پودا پروفیسر نے دوسرے ملکوں کے انسانوں کو ختم کرنے کے لیے بنایا ہے۔تاکہ یہ پلانٹ دشمن ممالک کے تمام انسانوں کو ختم کردے اور وہ دنیا پر غالب آسکے۔سعید کمال اپنی انڈسٹری میں نام پیدا کرنا چاہتا ہے۔جس کے لیے وہ انیلا بلال اور سیف اللہ سیفی (رائٹر۔۔۔رپورٹر) جیسے لوگوں سے پس پردہ کام کرواتا ہے۔ناول کا ہر کردار دنیا میں نام پیدا کرنے اور غالب آنے کے لیے جدوجہد کرتا دکھائی دیتا ہے۔

''حسن کی صورت حال خالی۔۔۔جگہیں۔۔۔پُر۔۔۔کرو' ایک جدید،منفرد اور انوکھا ناول ہے۔ کہانی در کہانی کی طرز پر لکھا گیا یہ ناول اردو فکشن میں ایک نیا تجربہ ہے۔اس سے پہلے اس طرز کے ناول ہمیں اردو ناول نگاری کی روایت میں نظر نہیں آتے۔زمانہ بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے نئی سماجی قدریں قائم ہو رہی ہے۔ سیاسی وسماجی صورت حال تبدیل ہو رہی ہیں ادبی منظر نامے میں بھی نئی تھیوریاں آئی ہیں۔آزادی اظہار میں نئے نئے طریقے،علمیت کی بجائے قصہ گوئی میں دلچسپی کا عنصر پیدا ہو رہا ہے۔نیا فنکار اپنی ایک الگ پہچان چاہتا ہے۔اور دوسروں سے منفرد مقام حاصل کرنے کے لیے نئے تجربات کرتا ہے۔فکشن میں چوں کہ یہ مابعد جدید دور ہے۔اس دور کے مسائل منفرد اور انوکھے ہیں اس لیے اس کے تحت لکھا گیا فکشن بھی منفرد اور انوکھا ہوگا۔اس دور میں زندگی اس قدر الجھ گئی ہے کہ انسان جہاں بہت سے مسائل کا شکار ہے۔وہیں اپنے لیے وقت نکالنا اُس کے لیے دشوار ہو گیا ہے۔

''حسن کی صورت حال خالی۔۔۔جگہیں۔۔۔پر۔۔۔کرو' اکیس ابواب پر مشتمل ناول ہے اس کا پلاٹ تہہ در تہہ کہانی کی صورت میں بنا گیا ہے جو متنوع موضوعات کا حامل ہے جن میں انسان کا مادیت پسندانہ رویہ، دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کی چاہ،اپنی شناخت اور پہچان منوانے کی خواہش،تاریخ،فلسفہ،سیاست،ثقافت،دھوکا، فریب اور جنسی زیادتی وغیرہ شامل ہیں۔اس ناول میں نظریاتی مباحث،واقعات،بدلتے لمحات،بیگانگی،یقین، فریب دھوکا دہی،بندگی،نجات کی خواہش اور اقرار وانکار وہ دھاگے ہیں جو ناول کی کہانی کو باندھے ہوئے ہیں۔

ناول کا آغاز حسن رضا ظہیر کی حیرانیوں اور تعجب انگیز تصورات سے شروع ہوتا ہے جس کا ایک ہی مشغلہ

ہے کہ مختلف مناظر کو دیکھنے کے بعد اپنی حیرت کے ساتھ خالی جگہیں کو پر کرنا ہے۔حسن رضا ظہیر بظاہر حقیقی زندگی کا ایسا کردار ہے۔جو اپنے اردگرد کے حالات اور ماحول کا سرسری مشاہدہ کرتا ہے اس مشاہدے کے دوران جو مناظر اس کی نگاہوں سے گزرتے ہیں۔ان کی تفہیم اپنے خیالات اور تصورات سے کرتا ہے۔جنہیں ناول کا مصنف خالی جگہیں پر کرنے کا نام دیتا ہے۔ناول کا مرکزی کردار مختلف مناظر کو سرسری طور پر دیکھتا ہے اور اس کی حقیقت کو اپنے خیال کے مطابق پر کر کے نتائج اخذ کرتا ہے۔

حسن رضا ظہیر جس میں مصنف نے اعتماد کی کمی بتائی ہے جب کہ اعتماد کی کمی کے برعکس یہ کردار پُر اعتماد محسوس ہوتا ہے۔ اپنی سوچ کے مطابق مناظر کو دیکھ کر کہانی گھڑتا ہے اور سے حقیقی تصور کر کے مطمئن ہو جاتا ہے لیکن اس کردار میں تبدیلی اس وقت رونما ہوتی ہے۔جب حسن رضا ظہیر کی ترقی بطور سنیئر اکاونٹ کر دی جاتی ہے۔حسن رضا ظہیر کی کمپنی کے ہیڈ آفس میں ٹرانسفر ہو جاتی ہے تو حسن شدید محرومی سے دوچار ہو جاتا ہے جو دنیا اس نے کمپنی سے گھر اور گھر سے کمپنی کے سفر کے دوران تخلیق کی تھی وہ اب ناپید ہو جاتی ہے۔

حسن رضا ظہیر کا کردار ہمارے معاشرے کے ایک عام شخص کا کردار ہے۔جو لطف و تفریح کے لیے اپنی مصروف زندگی سے کچھ حصہ لیتا ہے اور اتنا ہی ان چیزوں کے ساتھ جڑتا ہے۔جتنا اُس کے سفر کا دورانیہ ہو۔مسلسل بہاؤ کے منجمد لمحات کی خالی جگہوں کو اپنے خیالات سے آگے بڑھاتا اور قاری کو حیران کرتا نظر آتا ہے۔اس کے تصورات سے قاری ایسے ایسے واقعات کا نظارہ کرتا ہے۔جن سے انسان چونک جاتا ہے حسن رضا ظہیر کو لوگوں کو حیران کرنے میں مزا آتا ہے۔اس کردار کی کہانی ایک پہیلی ہے۔ پہلا باب ''اچٹتے خوف کی داستان'' ختم ہونے سے پہلے بتایا جاتا ہے کہ حسن رضا ظہیر کی کہانی ختم ہوگئی لیکن کچھ کہانیاں کبھی ختم نہیں ہوتی کیونکہ حیرت تحیر اور استعجاب ہمیشہ رہتے ہیں۔خودمختاریت اور آزادی ہر ذی روح کی ازلی خواہش رہی ہے اور آزادی کا یہ جھونکا حسن کی زندگی میں اس وقت آتا ہے جب حسن کمپنی کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر جاتے ہوئے راستے میں بچے کی آواز میں نرسری پوئم بابا بلیک شیپ سنتا ہے پھر ڈرائیور بے ہنگم ٹریفک سے بچنے کے لیے ایک متبادل راستہ اختیار کرتا ہے۔جو میلوں تک سورج مکھی کے کھیتوں سے گزرتا ہے لاکھوں سورج مکھی کے پھولوں کی بکھری ہوئی زرد فضا میں حسن مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔حسن گاڑی سے اتر کر کھیتوں میں چلنے لگتا ہے۔آگے چل کر اس نے موت کے کنویں میں موٹر سائیکل چلانے والے کے پیچھے بیٹھ کر کنویں کے چکر لگائے اور خوش ہو کر کہتا ہے ''دیکھو میں اڑ رہا ہوں''۔میلے سے حسن کسی گاڑی میں بیٹھ کر چلا جاتا ہے اور تین دن غائب رہنے کے بعد چوتھے دن ڈیوٹی پر واپس آتا ہے اور اپنی زندگی کے پچھلے تین دنوں کے بارے میں کسی کو نہیں بتاتا۔ایسے خوشی کے لمحات اسے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوتے ہیں۔ناول کے اختتام پر بھی حسن سورج مکھی کے کھیتوں کو یاد کرتا اور نرسری رائم بھی پڑھتا ہے۔سوچتا ہے کہ وہ چھوٹا لڑکا کہاں رہتا ہے جس کا نرسری رائم اُس نے سنا وہ لڑکا حسن سے باہر کہیں نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے اندر رہی ہے۔

۲۔ BA BA BLACK SHEEP

''حسن کی صورت حال خالی۔۔۔جگہیں۔۔۔پُر۔۔۔کرو'' بظاہر ایک کرداری ناول ہے۔لیکن اس میں حسن رضا ظہیر کی کہانی کے ساتھ اور دنیا بھی آباد ہیں۔تحقیق، خرد افروزی، فلمی دنیا، کباڑ خانہ، گینز بک آف ریکارڈز کے بارے میں ہمیں معلومات ملتی ہیں۔کہ کس طرح لوگ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے تمام حدود پار کرتے ہیں۔کرداروں کے ذریعے مصنف نے انسانی ہوس، خود کو منوانے کی چاہ میں جائز و ناجائز طریقوں کا استعمال کر کے دنیا میں نام پیدا کرنے والی شخصیات پر روشنی ڈالی ہے۔

ناول کی کردار نگاری نہایت مضبوط بنیادوں پر استوار کی گئی ہے۔ہر کردار زندہ حقیقی زندگی سے لیا گیا ہے۔مرزا اطہر بیگ نے کردار نگاری کے فن کو بڑی خوبصورتی سے نبھایا ہے۔کرداروں کے حوالے سے قاری اس وقت شدید الجھن کا شکار ہوتا ہے کہ بعض کرداروں کو ایک ہی نام دیا ہے۔لیکن کام کے حوالے سے مختلف پیشوں سے منسلک بتایا ہے۔مثلاً ناول میں صفدر سلطان نام کے تین کردار ہیں جنہیں ناول نگار نے سیٹھ صفدر سلطان، پروفیسر صفدر سلطان، حوالدار صفدر سلطان جب کہ سعید کمال (ڈائریکٹر) سعید کمال (باڈی بلڈر) سعید کمال (مترجم) سعید کمال (ایس پی)، انیلا بلال (رائٹر) انیلا بلال میلے میں تھیٹر کی اداکارہ اور اس سے بڑھ کر ''یہ فلم نہیں بن سکتی'' سکرپٹ میں بھی کرداروں کے یہیں نام رکھے ہیں۔انیلا بلال، صفدر سلطان، سعید کمال، سیفی جو ایک فلم گروپ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں لیکن ان کرداروں کے ذریعے سوسائٹی میں ترقی کی چاہ رکھنے والے ایسے افراد سامنے آتے ہیں جو اپنے مقصد کو پانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔یہ کردار ایسی فلم بناتے ہیں جو کبھی نہیں بن سکتی۔فلم کے عنوان کے اعتبار سے ''یہ فلم نہیں بن سکتی'' ایک پہیلی جیسا کھیل ہے جس کے سکرپٹ میں کرداروں کے نام بھی وہی ہیں جو اس فلم بنانے والوں کے ہیں۔فلم سے باہر اور فلم کے اندر ایک جیسے ناموں اور کرداروں کی کہانی سے ناول میں الجھاؤ پیدا کیا گیا ہے۔حقیقت اور غیر حقیقت کی سی کیفیت سے کشمکش دکھائی گئی ہے جو کہ ایک ناقابل یقین انسانی ڈرامہ ہے۔ناول میں سارے نسوانی کردار ایسے ہیں جو اپنے مقصد کو پانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں جس کی بناء پر یہ کردار معاشرے میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔

مرزا اطہر بیگ کے کردار انسانی نفسیات کے قریب محسوس ہوتے ہیں ناول ''حسن کی صورت حال'' کے کردار فطری معلوم ہوتے ہیں جو روتے ہنستے گاتے بے ہودہ گفتگو کرتے، جنسی عمل میں مصروف رسمیں نبھاتے ہوئے بغاوت پر آمادہ اور ظلم کا مقابلہ کرتے ہیں۔جب انسانی ذات معاشرتی رکاوٹیں اور حدود و قیود انسانی ترقی، تعمیری عمل اور پر مسرت رویے کو روکنے کی کوشش کرتی ہے تو المیہ (ٹریجڈی) جنم لیتا ہے۔ المیہ وہ آئینہ ہے جس میں ہم پر اپنی ذات کی تمام خوبیاں و خامیاں، کرداری کمزوریاں حدود جذبات اور احساسات نمایاں ہوتے ہیں۔''ناول حسن کی صورت حال'' کی ایک خاص بات یہ ہے کہ انسانی کرداروں کے ساتھ ساتھ اس میں بے جان اشیاء بھی کہانی کو آگے بڑھاتی ہیں۔مثلاً میز، میگا فون اور وائن کی بوتل وغیرہ مصنف کے نزدیک یہ اشیاء بھی انسانی کرداروں کی طرح اہم ہیں کیونکہ ہماری روزمرہ زندگی میں اشیاء کو انسانوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔جب ہم اپنی توجہ اشیاء کی تاریخ بیان

کرنے پر صرف کرتے ہیں تو انسانوں کی دنیا کچھ دیر کے منجمد ہو جاتی ہے۔اور اشیاء ناول کے بیانیے میں مرکزی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

مرزا اطہر بیگ پاکستان سماج اور سیاست کو سامنے رکھتے ہوئے اس ناول کو تخلیق کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں بلکہ وہ بے حد وسیع تناظر میں آج انسان کے دوسرے انسان سے تعلقات، فرد کے سماج سے روابط اور سماج کے فرد پر اثرات کو بڑی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔مصنف نے کتا، میز، عظیم نجات دہندہ جیسی مختلف علامتیں ناول میں استعمال کیں ہیں۔ناول میں فلم گروپ سے تعلق رکھنے والوں کا ایک دفتر ہے جسے سوانگ پروڈکشنز کا نام دیا گیا ہے۔اس دفتر میں ایک گول میز ہے جو مختلف نظریاتی تبدیلیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔گول میز ایک علامت ہے جس کے ذریعے مصنف زندگی کے سفر کے تاریک اور روشن پہلو واضح کرتا ہے۔جب قاری گول میز کی کہانی پڑھتا ہے تو اس سے تشدد، موت، پیار جیسے مختلف رویے سامنے آتے ہیں۔مصنف نے گول میز کی کہانی کے ذریعے انسانی رویوں کو سامنے لانے کی کاوش کی ہے۔گزرے ہوئے لمحات کو فنکارانہ مہارت سے گرفت میں لیا ہے۔ماضی کو ایسے پیش کرتے ہیں کہ ناول لمحہ موجود کی صورت اختیار کر لیتا ہے اس کے ساتھ ساتھ کباڑ خانے سے جڑی کہانی سامنے آتی ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ ایک کباڑیا کی دکان میں کوڑے کے ڈھیر میں ایک ایسا مسودہ گم ہوگا جو دنیا کی قسمت تبدیل کر سکتا ہے۔اس کباڑ کمپلکس کو ایک عجائب گھر کی طرح ترتیب دیا گیا ہے۔جہاں موجود انسان اپنی تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔یہ عجائب گھر خود کی شناخت اور ظلم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔پروفیسر صفدر سلطان جس کا مسودہ ردی میں کھو جاتا ہے۔کباڑ خانے میں رہنے لگتا ہے جہاں بہت سی فالتو اشیاء کا استعمال کر کے کار آمد چیزیں بناتا ہے اور ان چیزوں میں آدم خور پودہ بھی ایجاد کرتا ہے۔ناول میں ایک کتا بھونکتا ہے جس کا پیٹ کبھی بھی نہیں بھرتا جس کے لیے وہ مسلسل مٹھائیاں کھاتا ہے جس سے چھٹکارا پانے کی کوئی ترکیب نظر نہیں آتی۔اس کتے کے کردار سے جڑے واقعات اور عظیم نجات دہندہ کے حالات ظالم حکمرانوں سے جان چھوڑنے کی فریاد ہے۔ہر شخص زندگی میں سکون کا طالب ہے لیکن حکمرانوں کا ظلم اور جارحیت پسندانہ رویہ اس سے رہائی نہیں ہونے دیتا۔یہ وہ علامتی الفاظ ہیں جو مرزا اطہر بیگ ملکی سیاست کے لیے استعمال کرتے ہیں۔''ناول میں عظیم نجات دہندہ'' والے واقعات ۱۹۸۰ء سے عصر حاضر کی پاکستانی تاریخ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

''حسن کی صورت حال'' خالی۔۔۔جگہیں۔۔۔پر۔۔۔کرو اپنے اندر بہت سے معنی لیے ہوئے ہیں۔ اس کی معنی خیزی نہ صرف قاری کو چونکا دیتی ہے۔بلکہ اُسے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔پاکستان کے صدر ضیاء الحق سے لے کر عصر حاضر کے حکمرانوں کا عہدوں سے سبکدوش ہونے پر عوام کی خوشیوں کو علامتی انداز میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔کہ اُس وقت کی تاریخ آنکھوں کے سامنے گردش کرتی ہے۔

ناول میں زندگی اس قدر ہل چل اور تیزی سے واقع ہوئی ہے کہ ایک نسل جو اپنی زندگی کا کچھ حصہ گزار کر بہت کچھ سیکھ چکی ہے اور نئی نسل جو سیکھنے کی عمر سے گزر رہی ہے باہم تضاد کا شکار نظر آتیں ہیں۔یہ تفریق ہمیں ناول میں

مختلف کرداروں کے ذریعے نظر آتی ہے۔ نئی نسل جو اپنے کام میں مگن اپنے مقاصد کو پانے کی ہر ممکن کوشش کرتی نظر آتی ہے۔ ناول کے کرداروں کی زندگی کسی نہ کسی ایک واقعہ سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس سے ان کا جینے کا ڈھنگ بدل جاتا ہے۔ میلے میں سب کچھ اتنی تیزی سے اور اتنا اچانک ہوا کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک خلاء سا تخلیق ہو گیا۔ جسے بھرنے میں ایک وقت درکار رہے۔ ایسے مناظر سامنے آتے ہیں جس نے کرداروں کی زندگی کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ یک دم سب کچھ بدلا ہوا نظر آنے لگا۔ مشینی انداز سے زندگی بسر کرنے والے شخص حسن رضا ظہیر میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں لیکن یہ دیکھتے ہی دیکھتے زندگی کے معمولات پر حاوی ہو گئیں۔ ایک آدمی جو شور پسند نہیں کرتا ہے، اُس میں اعتماد کی شدید کمی ہے۔ میلے میں موت کے کنواں پر چلنے والی موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھ جاتا ہے۔ جیسے اچانک وہ کسی نئی دنیا میں سانس لے رہا ہو۔ تیزی سے بدلنے والے یہ مناظر اس کی زندگی پر گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔

ناول میں پاکستان شہری زندگی اور اس کی افرتفری کے ساتھ ہمیں یورپین زندگی کے دھارے بھی ملتے ہیں۔ کبھی یہ دونوں الگ اور کبھی متوازی چلتے ہیں۔ لیکن موضوع کے لحاظ سے تمام کردار قریب قریب ہی محسوس ہوتے ہیں۔ مرزا اطہر بیگ بلاشبہ جدید طرز احساس رکھنے والے افسانہ نگار اور ناول نویس ہیں۔ جب کوئی آدمی نئی بات کہتا ہے تو یقیناً اس کے لیے زبان بھی نئی وضع کرتا ہے۔ زبان کیا ہیت اور اسلوب تک بدل جاتے ہیں۔ بیسویں صدی کے آخر میں حرکت وحرارت کا عمل تیز ہو گیا۔ جس میں ایک طرف آواز بلند آہنگ ہوئی تو دوسری طرف رفتار میں مزید تیزی آ گئی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ رفتار کی وجہ سے آواز کا آہنگ بلند ہو گیا۔ اس کے اثرات پورے ادب پر پڑے۔ دوسرے بہت سے عوامل کے ساتھ اسلوب نے اس بدلتے ہوئے تناظر سے واضح اثرات قبول کیے۔ اس میں رفتار سے پیدا ہونے والی آواز کا بلند آہنگ تو شامل ہوا اس کے ساتھ ساتھ سرگوشی کا انداز بھی ابھرا اور ادھورا پن بھی پیدا ہوا ایک خواب ناک فضا میں عدم تکمیلیت، اشاریت، جملوں میں متکلم کی نفسی حالت کے مطابق وقفے اور شاعرانہ انداز بیان، یہ سب کچھ اس ناول کے اسلوب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ناول کے اسلوب میں جہاں بہت سی خصوصیت پائی جاتی ہیں وہاں ایک خصوصیت مزاح کی بھی ہے۔ اگر چہ یہ مزاح، مزاح سے زیادہ طنز کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مزاح کے جملے بہت کم استعمال ہوئے ہیں زیادہ تر صورت واقعہ سے مزاح پیدا کی گئی ہے۔

اکیسویں صدی کے اردو ناول کو دیکھیں تو مصنف نے پہلی بار اتنے بھر پور انداز میں انسانی نفسیات مسائل کو کہانی میں سمایا ہے۔ ناول میں انسانی نفسیات کو بڑی خوبصورتی سے جگہ دی گئی ہے۔ ناول کو دانشورانہ ناول کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مرزا اطہر بیگ اگر چہ فلسفہ کے استاد ہیں مگر فکشن میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ''حسن کی صورت حال' خالی ۔۔۔ جگہیں ۔۔۔ پر ۔۔۔ کرو میں فلسفیانہ مباحث کو بڑی خوش اسلوبی سے جگہ دی گئی ہے۔ اس ناول میں جس انسان پر بات کی گئی ہے۔ وہ ذہنی خلفشار کا شکار ہے۔ حسن کی صورت حال خالی ۔۔۔ جگہیں ۔۔۔ پر کرو' میں فلسفیانہ بحثیں ناول نگار کی تخلیق میں حسین شکل میں سامنے آتی ہیں۔ ناول میں اگر زندگی فرحت لمحات کا

نام ہے تو دوسری طرف زندگی خوف دہشت کی پرچھائیوں کا نام بھی ہے۔

مرزا اطہر بیگ کی تخلیق میں وہ تمام رویے سامنے آتے ہیں جو دانشوروں اور مفکرین کے تخیل میں زندہ رہے ہیں ان کا اصل فن ناول نگاری ہے۔ناول کے فن پر انہیں جو مہارت حاصل ہے وہ اردو میں کم لکھنے والوں کے حصے میں آتی ہے۔مرزا اطہر بیگ اس عہد کے معتبر ترین ناول نگاروں میں شامل ہیں۔ان کی ناول نگاری میں ندرت خیال اور اسلوب کی تازہ کاری دکھائی دیتی ہے۔وہ زبان و بیان کو قدرے مختلف لیکن خوبصورت ڈھنگ سے استعمال کرتے ہیں۔زبان و اسلوب کے حوالے سے ان کا ہر ناول ایک منفرد فلسفیانہ ناول ہے۔''حسن کی صورت حال'' میں نئے آہنگ کے ساتھ سیاسی سماجی صورت حال کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔اس ناول میں جدید تنقیدی نظریات کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔جن کو مرزا اطہر بیگ نے اپنے تخلیقی عمل سے جوڑا ہے۔

حواشی:

۱۔ اطہر بیگ،مرزا،''حسن کی صورت حال خالی---جگہیں---پر--- کرو''،(لاہور:سانجھ پبلی کیشنز،۲۰۱۴ء)،ص۵۹۹

۲۔ ایضاً،ص۶۰۰

مآخذ:

۱۔ اطہر بیگ،مرزا،''حسن کی صورت حال خالی---جگہیں---پر--- کرو''،لاہور:سانجھ پبلی کیشنز،۲۰۱۴ء

☆☆☆